ڈاکٹر وحید قریشی

تحریک پاکستان کے ثقافتی عوامل

اس عنوان میں دو لفظ قابل توجہ ہیں اول ثقافت ، دوم پاکستان ۔ ثقافت کی اصطلاح کلچر کے ترجمے کے طور پر ہمارے ہاں رائج ہے ۔ ماہرین نے اس اصطلاح کی بہت سی تعبیریں کی ہیں لیکن دو تعبیریں سب سے زیادہ مقبول ہیں ۔ علامہ اقبال نے اپنے خطبات میں جا بجا کلچر کا لفظ استعمال کیا ہے اور اس سے مراد فکری اور ذہنی تاریخ لی ہے ۔ کلچر ان معنوں میں عقلی اور فکری سرمائے ہی کا دوسرا نام ہے ۔ قوم یا ملک کی فکریات کے ذخائر کو کلچر یا ثقافت کا نام دیا گیا ہے ۔ اس کا دوسرا اور زیادہ متعارف مفہوم فنون لطیفہ کیا ہے ۔ ہم آج کل بالعموم کلچر سے مراد فنون لطیفہ یا فائن آرٹس لیتے ہیں ۔ اگر پہلا مفہوم پیش نظر ہو تو اس میں کلچر کسی قوم یا ملک کی فکریات اور اس سے جنم لینے والے مختلف علوم کی داستان قرار پاتا ہے ۔ علمی ذہنی اور عقلی یعنی Intellectual تحریکات اس کا موضوع بنتی ہیں ، لیکن دوسرے مفہوم کو پیش نظر رکھا جائے تو افراد قوم کی ان سرگرمیوں کی بات ہوگی جن کا تعلق خالصۃً فائن آرٹ یا فنون لطیفہ کے ساتھ ہے ۔ فنون لطیفہ کی شاخوں کا بیان اگر کچھ اور محدود ہو جائے تو اس سے مراد مقامی کلچر یا علاقائی کلچر ہوگا ۔ اس اعتبار سے اس کا بنیادی حوالہ پاکستان کے مقابلے میں کوئی دوسرا مخصوص نظام یا کوئی دوسرا مخصوص فلسفۂ فکر ہوگا ۔ زندگی کا عمل سمٹنے کی طرف متوجہ ہوگا تو اس کی ترجیحات مقامی اور علاقائی ہو جائیں گی اور وہ جغرافیے کا پابند ہو کر رہ جائے گا ۔ کلچر کی نشو و نما کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس میں وسعت پذیری کا عمل جاری رہے ۔ وہ جغرافیے اور علاقے کا پابند ہو کر نہ رہ جائے بلکہ اعلیٰ اقدار اور

اعلیٰ روایات کا سرچشمہ ہو اور اس کا مطمحِ نظر مکان سے زمان کی طرف سفر پر مشتمل ہو ۔ اس میں جغرافیائی صداقتیں نفسیاتی سطح پر تو قابل قبول ہیں ، لیکن اگر یہی آدرش یا نصب العین بن کر نمودار ہوں تو پھر یہ غور کرنا پڑے گا کہ یہ حصولِ پاکستان کے مقاصد سے ہم آہنگ ہیں یا متصادم ہیں ؟

- ۲ -

پاکستان کیوں حاصل کیا گیا تھا ؟ کیا یہ محض ایک خطۂ ارض کے حصول کا مطالبہ تھا یا اس کے وسیع تر مقاصد پیشِ نظر تھے ؟ ـــــ ان سوالات کا جواب خود مسلمانوں کی جد و جہد آزادی کے شب و روز میں مضمر ہے ۔ مطالبۂ پاکستان کے لئے کئی بنیادی حقائق کا ادراک ضروری ہے :

(۱) ہندوستان ایک ملک نہیں برِ صغیر ہے ۔ اس میں ایک قوم نہیں کئی قومیں آباد ہیں ۔

(۲) برِ صغیر میں مسلمان ہندوؤں کے بعد سب سے بڑی اکثریت ہیں ۔ انہیں جغرافیائی لحاظ سے کئی علاقوں میں عددی برتری حاصل ہے ۔ اس لیے ان خطوں میں جہاں وہ اکثریت میں ہیں اپنی زندگی اپنے نظریات کے مطابق بسر کرنے کا آئینی حق رکھتے ہیں ۔

(۳) مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد مغربی تصورِ قومیت پر نہیں ۔ ان کی قومیت جغرافیائی حدود سے بالا ہے اور وہ بہ حیثیت مسلمان ایک قوم ہیں ۔

یہ دلیل کہ ہندوستان ایک ملک نہیں برِ صغیر ہے اس دلیل سے مربوط ہے کہ جب تک کسی قوم کو کسی خاص علاقے میں مؤثر عددی اکثریت حاصل نہ ہو وہ الگ ملک کا مطالبہ نہیں کر سکتی اور مطالبۂ ملک دراصل اس بناء پر ہے کہ مسلمان اپنی اقدار کے حوالے سے ایک ایسے خطۂ ارض کا تقاضا کر رہے تھے جہاں وہ اپنی زندگی اپنی اقدار کے مطابق بسر کر سکیں ۔ مسلمانوں کی قومیت مغرب کی جغرافیائی ، نسلی ، لسانی ، لونی اور شعوبی قومیت سے الگ ہے اور اس اعتبار سے یہ مغرب کے تصورِ

قومیت اور قومیتوں کے جدید تصور سے بھی جدا ہے ۔ اس کے عناصر ترکیبی مادی اور جغرافیائی شکل و صورت رکھنے کے باوجود ایک تعمیمی اور تنزیہی عمل کے پابند ہیں ۔

- ۳ -

وطنیت کا مغربی تصور جغرافیے سے باہر نہیں نکلتا ۔ قومیتوں کا تصور بھی جغرافیے اور نسل و رنگ کی خارجی حدود میں مقید ہے ۔ ہر دو تصور خاص خاص فلسفوں کے مرہون منت ہیں اور انہیں کے استحکام اور فروغ میں کوشاں بھی ہیں ۔ اس لیے فکری سطح پر یہ دونوں تصور پاکستان کے تصور سے متصادم ہیں ۔

کیونکہ یہ اس تنزیہی عمل میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں جو پاکستانی قومیت کا بنیادی نصب العین ہے اور جس کی مدد سے ''ملت'' کے وسیع تر تصور تک پہنچنا مقصود تھا ۔

عالم اسلام میں فنون لطیفہ کے بارے میں عمومی رویہ کیا تھا ؟ مسلمانوں کی سماجی تاریخ ، زندگی کے دوسرے دوائر اور فنون لطیفہ کے درمیان ترجیحات کا کیا نظام رکھتی ہے ؟

اسلام مذہب نہیں دین ہے ؛ ان معنوں میں کہ اسلام میں دین اور دنیا الگ اکائیاں نہیں ہیں بلکہ دونوں ایک وحدت ہیں ۔ دین کے حصول کے لیے مادی زندگی کی نفی نہیں بلکہ اسے دینی اقدار کے تابع رکھ کر اس سے کام لینا ہوگا ۔ زندگی ایک اہم حقیقت ہے ۔ اس حقیقت کے ان پہلوؤں کو اہمیت دینا ضروری ہوگا جو اعلیٰ مقاصد کی تکمیل میں مفید ہوں ۔ زندگی آخرت کے تابع ہے ۔ مادی قدریں روحانی اقدار کے تابع ہیں اور دین اور دنیا ایک ہی صداقت کے دو پہلو ہیں ۔ اس زاویے سے فنونِ لطیفہ بھی بے کارِ محض نہیں ، بشرطیکہ ہم خود انہیں بے کار محض بنا کر نہ رکھ دیں ۔ فنون لطیفہ کو عالمِ اسلام نے رد نہیں کیا ، صرف اس کے ان عناصر کی نفی کی ہے جو حصولِ مقاصد میں حارج ہوئے ۔ تہذیبی سطح پر مسلمان جس علاقے

میں گئے انہوں نے ان جملہ عناصر کو قبول کیا جو اسلام سے متصادم نہ تھے اور انہیں رد کیا جو راستے میں حائل تھے - کاٹ چھانٹ اور قبول و انجذاب کا یہ عمل رسم و رواج ، رہنے سہنے کے طریقوں ، نشست و برخاست کے ضوابط اور لباس غرضکہ جملہ دوائرِ حیات میں جاری رہا - زبانوں کے بارے میں بھی مسلمانوں کا بنیادی رویہ یہ تھا کہ وہ پوجنے کی چیز نہیں بلکہ صرف اظہار کے وسیلے ہیں - اس لیے سبھی مسلمانوں کی زبانیں ہیں بشرطیکہ ان میں دیوتری پوجا مادری پدری تصورات شامل نہ کئے جائیں - اسی طرح جملہ علوم اور جملہ فنونِ لطیفہ مسلمانوں کے لیے قابلِ قبول ہیں - اس شرط کے ساتھ کہ ان کا رخ کسی دوسرے تصورِ حیات کی طرف نہ پھیر دیا جائے - تاہم ان میں سے وہ عناصر خارج ہوں گے جو مسلمانوں کے عقاید و اقدار سے ٹکراتے ہوں اور صرف وہی عناصر برقرار رکھے جائیں گے جن میں یہ ٹکراؤ نہیں -

- ۸ -

پاکستان میں فنون لطیفہ کا مسئلہ کئی دوسرے مسائل کے ساتھ منسلک ہے - نظریاتی ریاست میں فنون لطیفہ کی حیثیت اور اہمیت جملہ نظام ہائے حیات میں مختلف اقدار سے درمیان ترجیحات کے احساس کا مسئلہ بھی ہے - ایک ملت کے طور پر ہماری ضرورتیں کیا ہیں اور ہم کس چیز کو اہم اور کسے غیر اہم جانتے ہیں ؟ ترجیحات میں زندگی کے دوسرے اہم معاملات کے مقابلے میں ایک نئی ابھرتی ہوئی قوم اور اس کے عزائم ، فنون لطیفہ کو اپنی بقاء کے لیے کتنا ضروری جانتے ہیں ؟ ملک کی فکری اساس کے حوالے سے ان دوائر کے بارے میں ہمارا رویہ کیا تھا اور ہونا چاہیے ؟ ملکی اور ملی تصورات اور فنون لطیفہ کے مزاج کے درمیان ہم آہنگی ہے یا نہیں ؟ اسلام میں ان موضوعات کی کیا اہمیت رہی ہے اور مسلمانوں کی تمدنی تاریخ میں ان کے کون کون سے پہلو زیادہ اہم تھے ؟ کون سے پہلو غیر اہم تھے اور کون سے منفی شمار کئے جاتے تھے ؟ کیا موسیقی یا مصوری جائز رہے ؟ یا ڈرامے کی اسلام میں اجازت ہے ؟ ان سوالات سے کئی دوسرے ضمنی اور ذیلی سوال پیدا

ہوتے ہیں ۔ خصوصاً فنون لطیفہ کے بارے میں رویہ متعین کرنے میں کئی پہلو ایسے بھی ہیں جن کا واضح ثبوت تلاش کرنے کے لئے ایک دو باتوں کا ذکر ضروری ہے ۔ اول یہ کہ ادب دینیات نہیں ، فنون لطیفہ بھی دینیات نہیں ، دوم یہ کہ ایک نظریاتی مملکت میں ان دوائر فکر میں غیر اہم اور متصادم عناصر کی نشان دہی ہو ۔ پاکستانی کا ادبی فریضہ ہے لیکن ادب میں غیر اسلامی تصورات اور اسلام کے خلاف جانے والے معتقدات اور فنون لطیفہ کے خلاف اسلام رجحانات کو نظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا ۔

- ۹ -

ادب میں بنیادی سوال محض مواد کی ترسیل کا نہیں اس کی پیش کش کا بھی ہے اور اسے محسوساتی اور تخلیقی سطح پر دیکھنے اور معرض اظہار میں لانے کا بھی ہے ۔ یہیں سے ادب اور غیر ادب کا فرق شروع ہو جاتا ہے ۔ سماجی علوم میں مواد کی اصل اہمیت ہے ، ادب میں مواد کو باطنی طور پر محسوس کرنے اور تخلیقی تجربے کی صورت میں بروئے کار لانا بھی ضروری ہے ۔ معمولی درجے کی نعت اور اعلیٰ درجے کی نعت میں مواد کے لحاظ سے کوئی فرق نہ ہو پھر بھی ادب پارے کی قدر و قیمت متعین کرتے وقت تخلیقی تجربے والی نعت اعلیٰ قرار پائے گی اور دوسری نعت غیر ادب کی صف میں چلی جائے گی ۔ دوسرے لفظوں میں ایک مشترک اساس کے باوجود ادب کی جانچ کے معیار اپنے ہیں اور سماجی علوم اور مذہبیات کے اپنے ہیں ۔ ادب میں تو ایک ہی اخلاقی قدر بنیادی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان نہ اپنے آپ کو دھوکا دے نہ دوسروں کو ۔ یہی سچائی ادب پارے کی بنیادی قدر ہے ۔ یہی حال لطیفہ کا ہے ۔ ادب اور فنون لطیفہ کے معیار اور پرکھ کے اصول اپنے ہیں بالکل اس طرح جیسے اقتصادیات کے اصول ، سیاسیات کے اصول ، سماجی زندگی کے اصول اپنے اپنے ہیں اور ایک ہی معاشرتی زندگی اور ایک ہی عقیدے سے منسلک ہونے کے باوجود ان کی تفصیلات اپنی اپنی ہیں ۔ مذہب کو ادب اور فنون لطیفہ کی بنیاد بنائیں تو تخلیق کار کی داخلی زندگی سے اس کا رشتہ استوار ہونا ضروری ہے ۔ ادب

فنون لطیفہ میں دین ایک رویے ، ایک قوی لہر ، ایک اہم فکری آہنگ کے طور پر صرف اس وقت جھلکے گا جب فن کار کے باطن سے اس کا رشتہ قائم ہو گا ۔ ادب اور فنون لطیفہ کی جانچ کے معیار بہر حال ادبی اور فنی ہوں گے کیونکہ ان کی قدر و قیمت صرف اور صرف مواد پر منحصر نہیں بلکہ مواد اور ہیئت کے ان رشتوں پر ہے جو ادب اور فنون کی سالہا سال کی پیش کش سے وجود میں آئے ہیں ۔ ایک نظریاتی مملکت میں ادب کا وہ مواد جو اسلامی عقائد سے براہ راست متصادم ہے قابل قبول نہیں ۔ معاشرہ ایسے ادب کو رد کر دے گا لیکن وہ فن کار جو اسلامی معاشرے کا قائل نہیں ان اقدار پر یقین نہیں رکھتا اور باطنی طور پر اسے قبول نہیں کرتا اگر اسلام کی بات کرے گا تو منافقت ہو گی ادب نہ ہو گا ۔ اس سے اسلامی معاشرے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ شاید زیادہ ہو ۔ ایسے ادب کو اسلامی معاشرہ رد بھی نہیں کر سکے گا اسے رد کرنا تو ادبی اقدار کے حوالے ہی سے ممکن ہو گا اور نقاد کا فریضہ منافقت کا پردہ چاک کرنا بھی ہے ، ورنہ کھرے کھوٹے میں فرق معلوم نہ ہو گا ۔ ادب کے لیے مذہب کی اس سے بڑی خدمت اور کیا ہو گی کہ وہ اصلی اور جعلی ذہنی واردات کو الگ الگ کر کے دکھا دے ۔

- ۱۰ -

فنون لطیفہ کا ماہر مذہب کے بارے میں پوری معلومات نہیں رکھتا ۔ مذکورہ سوالات میں سے بعض کا تعلق خاص طور پر دینی مسائل کے ساتھ ہے ۔ حلال و حرام کے فیصلے کے لئے قرآنِ حکیم ، احادیثِ نبوی کا خصوصی مطالعہ درکار ہے ۔ نیز دینی ادب کا ایک کثیر سرمایہ بھی موجود ہے جس کے حوالے ہی سے یہ مسائل حل ہو سکتے ہیں ۔ پاکستان میں اسلام اور اردو زبان دو ایسے مظلوم ہیں جن کے ماہر ہونے کا دعویٰ ہر شخص کرتا ہے حالانکہ عدالتی معاملات اور بعض دوسرے امور میں ہم ماہرینِ فن کی خدمات حاصل کرنے کے عادی ہیں اور کبھی اپنی ذاتی رائے ذاتی تعبیر کو مشعل راہ نہیں بناتے ۔ اسلام سے متعلق مسائل کے بارے میں رائے دینے کا حق اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جو دینی علوم اور عربی زبان میں ماہرانہ

دسترس رکھتا ہو ۔ اس لیے اسلام میں فنون لطیفہ کی اجازت یا عدم اجازت اور ان سے متعلق خالصتاً دینی معاملات کے بارے اظہار رائے سے گریز کرتے ہوئے ہم ان سوالات کے جواب کی طرف توجہ کرتے ہیں جن کا تعلق مسلمانوں کی سماجی تاریخ کے ساتھ ہے اور دیکھتے ہیں کہ فنون لطیفہ کی نشو و نما کے بارے میں سماجی مطالعات ہماری کہاں تک رہنمائی کرتے ہیں اور فنون میں باہمی ترجیحات کا نظام کیا تھا ؟ ۔۔۔ مثلاً خطاطی ، تجلید ، تزئین کتب ، مصوری اور موسیقی کے بارے میں مسلمانوں کا رویہ عام طور پر کیا تھا ؟ ان فنون کی نشو و نما میں اس رویے نے کیا کیا صورتیں پیدا کیں ؟ مسلمانوں کا ابتدائی زمانہ جد و جہد ، عمل ، حرکت اور تسخیر کا دور ہے ۔ جن میں علوم و فنون کی طرف زیادہ توجہ نہ ہو سکی ۔ فتوحات کی وسعت کے بعد جب ایشیا میں عرب مسلمانوں کو حکومتیں قائم کرنے کا موقع ملا اور علوم قرآنی کی ترویج ہونے لگی تو کوفہ و بصرہ میں مطالعۂ کے ذریعے بعض علوم و فنون پر خاص طور پر توجہ ہوئی ۔ صرف ، نحو ، علاوہ قرآن کی خطاطی میں آرائشی اسالیب کو مقبول بنایا ۔ اس سے خطوط کے ارتقاء کی داغ بیل پڑی اور آرائشی رسم الخط کے شاخ در شاخ سلسلے وجود میں آئے ۔ مسلمانوں کے ہاں باقی فنون لطیفہ کے مقابلے میں خطاطی کو زیادہ مقبوایت ملی ، تزئین و تجلید کے نئے نئے طرز وضع ہوئے ، مختلف قرآنی سورتوں کے آغاز کے اوراق پر نقش کاری ، تذہیب ، خط کشی اور جیومیٹری کی اشکال رقم ہوئیں اور امی کے ذریعے جمالیاتی تسکین حاصل کی گئی ۔ آگے چل کر عمارتوں پر آیات قرآنی کے اندراج کا رواج بڑھا تو بیل بوٹے بھی بنائے جانے لگے پتھروں اور لکڑی پر منبت کاری بھی ہوئی تو استعمال کے برتنوں پر بھی کمال فن صرف ہونے لگا ۔ مسلمانوں کے ہاں وہ فنون زیادہ چمکے جنہیں فنونِ مفیدہ کہا جاتا ہے ۔ ایرانی اثرات بڑھے تو بیل بوٹوں کے علاوہ شعر و ادب کی کتب میں جانداروں کی تصاویر بھی بنائی گئیں ۔ ایرانی مصوروں میں بہزاد کا نام مشہور ہے ۔ یہ اثرات برصغیر پاک و ہند میں بھی آئے ۔ شاہنامون ، سکندر ناموں اور دوسرے قصے کہانیوں کی کتابوں میں بعض تصاویر پائی جاتی تھیں ۔ اکبر کے عہد میں ہندو

مصوری کے اثرات بھی ظاہر ہونے لگے ۔ جب تک مصوری کا بنیادی رشتہ قرآنی علوم سے رہا جانداروں اور انسانی شبیہوں کا رواج نہیں ہو سکتا تھا ، جب یہ فن اصل سے الگ ہوا تو اس میں دنیا داری کے انداز بڑھتے چلے گئے ۔ پھر بھی ایک احتیاط ہمیشہ مدِ نظر رہی اور قرآن کی آرائش میں انسانی شبیہہ کا عنصر خارج ہی رکھا گیا ۔ تصویر کاری کو کبھی تقدس کا درجہ نہیں دیا گیا ۔

سنگ تراشی مسلمانوں کے ہاں قدیم زمانے میں غالباً نہیں تھی اور شاید دور حاضر میں مغرب ہی کے زیر اثر آئی ہو ۔ ترجیحات کی فہرست میں اسے کوئی درجہ حاصل نہیں تھا ۔ موسیقی کے بارے میں مسلمان معاشرے کا رویہ بے تعلقی کا تھا ۔ اس کا کوئی رشتہ مذہبیات سے نہ تھا ۔ اس کی حیثیت محض درباروں اور درباری شان و شوکت کی وجہ سے قائم ہوئی ۔ بنی امیہ اور بنی عباس کے دور میں موسیقی اور موسیقار درباروں سے داد پاتے رہے اور سازوں کا استعمال بھی ہوتا رہا ۔ موسیقی کا مذہب سے رشتہ پہلی بار صوفیاء کی خانقاہوں میں استوار ہوا ۔ ترانہ دو بیتی چہار بیتی یا رباعی ایرانی چیز ہے ۔ اس کا استعمال صوفیا کی محافل میں ہوا جہاں رباعیاں گائی جاتی تھیں ۔ رباعی وزن ایرانی موسیقی ہی کا رہین منت ہے ۔ برصغیر میں بھی صوفیاء کی محافل میں سماع کا رواج رہا ۔ چنانچہ یہ مسئلہ اکثر زیر بحث آتا رہا کہ سماع جائز ہے یا نہیں ؟ برِ صغیر پاک و ہند کے سلطانی دور میں جب یہاں چشتی صوفیاء کی کثرت تھی ، سماع کو بعض پابندیوں کے ساتھ جائز سمجھا گیا ۔ وہ شرطیں یہ تھیں ۔

١۔ گانے والا مرد ہو اور ادھیڑ عمر کا ہو ۔

٢۔ شکل و صورت پُرکشش نہ ہو ۔

٣۔ گانا سننے سے سفلی جذبات بیدار نہ ہوں ۔

٤۔ گانا بغیر مزامیر کے ہو ۔

صوفیاء کی محفلوں سے باہر درباروں میں موسیقی کی زیادہ پزیرائی ہوئی ۔ اکبر کا دربار موسیقاروں اور گویوں کے لئے بڑا سازگار تھا ۔ شاہی سرپرستی سے موسیقی

نوابوں ، راجوں ، مہاراجوں کے دربار میں جا پہنچی ۔ آخری مغلیہ دور میں اودھ کی راجدھانی ڈیرے دار طوائفوں اور گائینوں کی ترقی کا بڑا زینہ تھی ۔ مغل فرماں روا بھی محمد شاہی دور سے اس کے بہت شائق رہے ۔ نور بائی گائن کا نام تاریخ میں یادگار ہے ۔ برطانوی دور میں کپور تھلہ ، پٹیالہ اور بعض دوسری ریاستیں خاص طور پر موسیقی کی سرپرستی کے لئے مشہور تھیں ۔ اس صورت حال سے تین نکتے واضح ہوتے ہیں :

۱۔ موسیقی اور راگ رنگ کی سرپرستی مذہب کے وسیلے سے نہیں درباروں کے وسیلے سے ہوئی ۔

۲۔ آخری مغلیہ دور سے راگ راگنیوں کا واسطہ طوائفوں سے متعلق ہو گیا اس لئے موسیقی کو وہ معاشرتی مقام حاصل نہ ہو سکا جو خطاطی یا دوسرے فنون لطیفہ کو حاصل رہا ۔

۳۔ موسیقی مسلمانوں کے فنون میں ترجیحات کے اعتبار سے سب سے آخر میں آتی ہے ۔

فنون لطیفہ کا مجموعی جائزہ لیا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے ان فنون لطیفہ کی زیادہ پزیرائی کی جو عملی زندگی یا مذہبی معاملات سے متعلق تھے ۔ وہ کھیل زیادہ مقبول ہوئے جن میں ورزش یا فوجی تربیت کا عنصر غالب تھا ۔ تلوار چلانے کی تربیت ، گھڑ سواری ، نیزہ بازی ، تن سازی ، دوڑ ، جنگی مشقیں سب سے محبوب کھیل تھے ۔ وہ فنون زیادہ فروغ پذیر ہوئے جو زیادہ کارآمد اور عملی طور پر مفید یا جمالیاتی حظ اور تفریح کا ایسا پہلو رکھتے تھے جس میں کسی دوسرے مذہب کی عبادت کا رنگ شامل نہ ہو ۔

- ۱۱ -

سیاسی ، سماجی اور دینی و دنیاوی معاملات میں بھی یہی بنیادی اصول بروئے کار رہا کہ اساس قرآنی تعلیمات کو مانا جائے اور وہ عناصر جو اس سے متصادم ہوں انہیں

اختیار نہ کیا جائے اور جو تفصیلات مفید مطلب ہوں صرف انہیں اختیار کر لیا جائے۔ نظام حکومت کی تفصیلات کے علاوہ رسم الخط ، لباس طریق بود و باش غرض کہ ہر جگہ مقامی رنگ کو اختیار کیا گیا اور صرف وہ حصے حذف کیے گئے جو اسلامی تعلیمات کے منافی تھے ۔ یہی اصول ادب ، زبان اور فنون لطیفہ میں برتا گیا ۔ زبان کے معاملے میں عربی کو اوپر کا درجہ حاصل تھا کہ وہ مذہب کی زبان تھی ، ثقافتی اور دفتری امور میں فارسی کا چلن رہا اور عام کاروبار حیات میں مقامی زبانیں کام آئیں ۔ زبان کو اظہار کا وسیلہ جانا گیا اسے بت بنا کر اس کی پوجا نہیں کی گئی ۔ اسی لیئے مسلمانوں کے عہد عروج میں کبھی کوئی لسانی یا علاقائی جھگڑا نہیں اٹھ سکا ۔ ادب کے معاملے میں بھی یہی روش رہی کہ ادب فکری زندگی کے اظہار کا وسیلہ تھا ۔ مسلمانوں کی سماجی زندگی کے پس پردہ کارفرما عوامل میں مذہب کو بنیادی حیثیت اور رتبہ حاصل تھا ۔ تاہم آزادانہ طرز فکر کا اظہار بھی ساتھ ساتھ ہوتا رہا ۔ مسلم ممالک میں غیر مسلم بھی ادب میں برابر کے شریک رہے اور انہوں نے بھی اپنے افکار ادب ہی کے وسیلے سے بیان کیے ۔ اس لئے یہاں علوم و فنون کے مقابلے میں دنیاوی رنگ شوخ رہا اور مذہبی علوم کے مقابلے میں ادب زیادہ آزاد فکر کا ترجمان ہو گیا ۔ اردو ادب کو دیکھا جائے تو مغلوں کے دور زوال میں ادب پر دنیاوی روپ غالب ہوگیا تھا ، اس لیے اس میں مذہبی فکر بہت کچھ پس منظر میں چلا گیا ۔ برطانوی دور میں اردو پر اکھنڈ بھارت اور متحدہ قومیت کے پرستاروں کا غلبہ تھا ، پاکستان کے قیام کے بعد اب بھی سابقین کی اجارہ داری برقرار ہے ۔ کلچر کے جدید نظریے مزید انتشار پیدا کرنے کا سبب ہو رہے ہیں ۔ جغرافیے اور تاریخ کے نام پر نئے نئے نظریات کلچر کی تعبیر و تشریح میں استعمال ہو رہے ہیں ، جن سے ہندو تمدن کے لئے راستہ صاف ہوتا ہے ۔ اسی طرح ہڑپہ اور موہنجوداڑو کو تہذیبی علامت کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے ۔ کلچر کی جگہ سب کلچر پر اصرار نے مقامیت اور علاقائیت کی وبا پھیلا دی ہے ۔ فکر و نظر کا بحران ادب تک ہی محدود نہیں ، فنون لطیفہ بھی اس کی زد میں ہیں اور یہاں بھی پاک و ہند کو اکائی قرار دے کر مشترکہ کلچر کے سہارے فنون لطیفہ کے ہندوانہ اثرات کو نمایاں کرنے

کی کوششیں ہو رہی ہیں - موسیقی میں ہمسایہ ملک کی مذہبی اور روحانی اقدار کو اجاگر کرنے میں ہمارے بعض فدایان موسیقی نے شعوری کوششیں جاری کر رکھی ہیں - اس طرح مصوری میں غیر مسلموں کی مذہبی روایات کو اہمیت دے کر کلچر کے حوالے سے اس یلغار کی حمایت ہو رہی ہے - غیر ملکی سیاسی مقاصد کی تکمیل ایک بالواسطہ اور لطیف طریقے سے کی جا رہی ہے اور عمل کی جگہ جمود اور ترک دنیا کے عناصر کی حوصلہ افزائی سے ادبی اور فنی افق پر ان پہلوؤں کو نمودار کیا جا رہا ہے جس میں اپنے رنگ کو دھیما اور مخالف رنگ کو ابھارنے کی سر توڑ کوشش شامل ہے - رقص میں ہندو دیو مالا کے اثرات اور ہندوانہ طرز بود و باش کی بے ضرورت نمائندگی اور جنسی ہیجانات کو مذہبی واردات کے روپ میں پیش کرنے کی مساعی بھی انہیں مخفی مقاصد کے پورا کرنے کا وسیلہ ہے - دوسری انتہا یہ ہے کہ رقص کے مقامی اور محدود پہلوؤں پر زور بھی دیا جا رہا ہے - مختلف علاقوں کے مقامی رنگ روپ یوں پیش ہوتے ہیں کہ جیسے وہ پاکستان کی وحدت کا حصہ نہیں بلکہ ہر علاقے کے اپنے امتیازات ہیں -

- ۱۲ -

وحدت کی طرف لے جانے والے عناصر کا اخفا اور الگ الگ کرنے والے پہلوؤں پر غیر ضروری اصرار ، اس تواتر سے ہمارے سامنے لائے جاتے ہیں ، جیسے یہ سارے صوبے کوئی باہمی ، فکری یا تمدنی رشتہ نہیں رکھتے - بظاہر یہ کھیل اس استدلال پر استوار ہے کہ پاکستان کے مختلف علاقوں کو ان کا حق دیا جائے ، لیکن جس طرز سے اس حق کی حمایت ہو رہی ہے اس میں یک جا ہونے کے امکانات کم اور جدا ہو جانے کے ولولے زیادہ ہیں - چاہیے تو یہ کہ مختلف علاقوں کے متنوع افکار اور متنوع طرز حیات کی تہہ میں کارفرما یگانگت ور وحدت پر زور دیا جاتا لیکن ہو یہ رہا ہے کہ ددوسرے پہلوؤں پر تناسب سے زیادہ زور دیا جانے لگا ہے اور ہم ان مناظر کی تصویر کشی زیادہ مزے لے لے کر کرنے لگے ہیں جہاں یہ علاقے ایک دوسرے سے الگ الگ نظر آئیں - پاکستان کے باشندوں کے طریق رہائش کی عکاسی میں اگر ہم وحدت کی تلاش کی بجائے اختلاف کے پہلو زیادہ پروجیکٹ کرنے لگیں

تو اس سے وہ مقصد ہرگز حاصل نہ ہوگا جس کے لیے ہم صوبوں کو اہمیت دیتے رہے ہیں ؛ بلکہ اس سے تو اس صوبائی عدمِ اطمینان کے دروازے اور کھلیں گے اور اس اعتماد کو ٹھیس پہنچے گی جس کی خاطر ہم نے پاکستان کے جملہ علاقوں کو ان کا جائز حق دینے کا عہد کیا تھا ۔ علاقائی پروجیکشن میں بے احتیاطی کا ارتکاب مثبت نتائج کی بجائے منفی نتائج پیدا کرنے کا باعث بھی بن سکتا ہے ۔ کیا ہم صوبوں کو ان کا حق دلاتے دلاتے کہیں پاکستان کو اس کے حق سے محروم تو نہیں کرنے لگے ؟ پاکستان کے ثقافتی ماہرین کو اگر ملک کے لئے کوئی مؤثر پاکستانی طریقِ کار وضع کرنا ہے تو انہیں اپنی ترجیحات کو بھی متعین کرنا پڑے گا اور فنون لطیفہ کی سابقہ روایات کا بھی از سر نو جائزہ لینا ہوگا ۔ بصورتِ دیگر اگر ہمارا زاویۂ نظر یہ ہے کہ ہمارا کلچر اور بھارت کا کلچر ایک ہے ، ہماری ثقافتی روایات علاقائیت کے اصولوں کے پابند ہیں تو پھر پاکستان کی جد و جہد آزادی کا کوئی مطلب باقی نہیں رہتا ۔ اگر ہم پاکستانی ہیں تو فنون لطیفہ کے مزاج اور داخلی آہنگ کو ہماری اقدار سے کسی نہ کسی شکل میں مربوط کرنا ضروری ہے ۔ اس میں تو صرف وہی غیر ملکی اور غیر مقامی عناصر شامل ہو سکیں گے جو مسلمانوں کے بنیادی فکری نظام سے متصادم نہیں ۔ شعوری سطح پر یہ عمل سوچنے اور غور کرنے کی دعوت دیتا ہے اور داخلی طور پر فن کار اپنے محسوسات کے حوالے ہی سے ان احوال کو ناپے گا ۔ اگر اس کی اپنی سوچ اور اس کا اپنا باطنی روپ معاشرے کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں یا فن کار منافقت پر آمادہ ہے اور خود معاشرہ بھی اپنا پہلا موقف بدل چکا ہے ، تو پھر ظاہر ہے فنون لطیفہ کی باگ ڈور جن ہاتھوں میں ہے وہ تو اسے کبھی بھی ہمارے نصب العین کے مطابق ڈھالنے کی اجازت نہ دیں گے اور فن کار بھی ان مساعی میں شریک ہونے سے گریز کرے گا ۔ فکری اور تخلیقی دونوں سطحوں پر فنون لطیفہ کے بارے میں مخصوص ملی رویے کی تلاش کے بغیر پاکستان میں فنون لطیفہ کا مستقبل یا مخصوص فکری انتشار ہے یا محض بدنیتی ۔ ہمیں اپنا راستہ متعین کرتے ہوئے اپنے ضمیر کا از سر نو جائزہ لینے کی ضرورت ہے ۔

——:o:——